باب ۱۹۳

غزوۂ تبوک، [حصہ دوم]

۱۵ رجب بروز جمعرات، مطابق ۱۷ اکتوبر ۶۳۱ء تا ۹ رمضان المبارک ہجری مطابق ۶ دسمبر ۶۳۱ء

رومی میدان سے بھاگ گئے

شہرِ مدینہ سے نکلے ہوئے آپؐ کو پچاس دن ہو رہے تھے، رمضان کا آغاز ہو چکا تھا پندرہ روز آنے کے اور پندرہ روز جانے کے اور بیس دن تبوک میں قیام کے۔ اتنا طویل عرصہ شہرِ پناہ سے دور رہنے کے بعد جوں ہی مدینہ میں داخلے کا وقت قریب آیا تو آپؐ نے اپنے اصحابؓ کو ایک عجیب بات بتائی، وہ یہ کہ مدینہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ (جو شریکِ سفر تو نہ تھے، مگر) تم نے جس جگہ کو بھی قدموں سے روندا اور جو وادی بھی تم نے طے کی وہ تمہارے ساتھ رہے، انہیں مجبوریوں نے روک رکھا تھا (وگرنہ اُن کا دل تمھارے ساتھ ہی اٹکا ہوا تھا)۔ لوگوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! وہ مدینہ میں رہتے ہوئے بھی (ہمارے ہم سفر رہے)؟ آپؐ نے فرمایا: (ہاں) مدینہ میں رہتے ہوئے بھی (وہ تمھاری مانند اجر و ثواب کو پاگئے)۔

باب ۱۹۳

غزوۂ تبوک، [حصہ دوم]

رومی میدان سے بھاگ گئے

رجب ۹ ہجری کی اوّلین تاریخوں سے لشکرِ تبوک میں شریک ہونے کے لیے دور و نزدیک سارے علاقوں سے مسلمان جمع ہو رہے تھے، مدینہ کے مضافات میں پڑاؤ لگایا گیا۔ لشکر کی تیاری تک ابو بکرؓ کو پڑاؤ کا نگراں مقرر کیا گیا۔ ۳۰ ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک لشکر تیار ہو گیا، جس میں دس ہزار گھڑ سوار شامل تھے۔ جب تک پڑاؤ میں رسول اللہ ﷺ تشریف نہیں لائے نمازوں کی امامت ابو بکرؓ ہی کراتے رہے۔ پڑاؤ کا نگراں مقرر ہوتے ہی سب سے پہلا کام صدیقِ اکبرؓ نے یہ کیا کہ پڑاؤ سے عبد اللہ بن ابی اور اُس کے تمام ساتھیوں کو پڑاؤ سے نکال دیا، اِن بد نصیبوں کا یہاں کیا کام تھا سِوائے اس کے کہ یہ لوگوں میں بد دلی پھیلائیں، رومیوں سے ڈرائیں، گرمی کی شدت کا واویلا کریں اور جانے والوں سے مدینے کے پکے ہوئے پھلوں سے محروم رہنے پر تعزیت کریں۔ ثانی اثنین، شناسائے مزاجِ رسولؐ، صدّیقِ اکبرؓ نے اِن کم نصیبوں کو، جن کو جہاد پر جانا ہی نہیں تھا، پڑاؤ میں لوگوں سے ملنے ملانے کی اجازت نہیں دی، خس کم جہاں پاک!

رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا محمد بن مسلمہؓ کو مدینہ کا اپنی غیر موجودگی میں قایم مقام گورنر بنایا۔ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کو اپنے اہل و عیال کی دیکھ بھال کے لیے مدینہ ہی میں رہنے کا حکم دیا۔ لشکر کی روانگی سن ۹ ہجری، ماہِ رجب میں بروز جمعرات عمل میں آئی۔ نبیؐ ﷺ بحیثیت میر کارواں سب سے آگے تھے۔ یہ حیاتِ طیبہ میں مسلمانوں کا سب سے بڑا لشکر تھا اور نبی علیہ السلام کی قیادت باسعادت میں آخری!

❄❄❄❄❄

وسط ماہ [اغلباً ۱۵ رجب بروز جمعرات، مطابق ۱۷ اکتوبر ۶۳۱ء] کوچ کا اعلان ہوتے ہی تیس ہزار کے لشکر کی روانگی سے غبار کا ایک طوفان اُٹھا، گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور لوگوں کی تکبیر و تسبیح سے فضا گونجنے لگی۔ رخصت کا سماں دیکھنے کے لیے آنے والے بوڑھے، معذورین اور منافقین اور مکانوں کی چھتوں سے نظارہ کرتی خواتین نے گرمی کی پرواہ کیے بغیر کوہ و جبل کو پیروں تلے روندتے ہوئے سلطنتِ روم سے ٹکرانے کے لیے

جانے والے قافلے کو حیرت و استعجاب سے دیکھا! اور بہ چشمِ نم دل کی گہرائیوں سے نکلتی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

اگرچہ اصحابؓ نے مال خرچ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی مگر تیس ہزار لوگوں کے پندرہ روزہ سفر کے لیے غذا اور پانی کم نہیں بلکہ انتہائی ناکافی تھا اوپر سے گرمی بے انتہا، کم غذا اور فاقوں کے باوجود جوش جذبے سے بھرپور لشکر چلتا ہی رہا۔ سواری کے اونٹوں کی بھی کمی تھی ایک اونٹ پر لوگ باری باری سوار ہوتے تھے پانی کی شدید ضرورت کے مواقع پر اونٹوں کو مجبوراً ذبح تک کرنا پڑ گیا، تاکہ اس کے معدے اور آنتوں کے اندر جمع شدہ پانی پیا جا سکے۔ اس تنگی اور وسائل کی کم یابی کے باعث اس لشکر کو جیشِ عُسرت یا جیش العسرۃ (تنگی کا لشکر) بھی کہا جاتا ہے۔

اس غزوہ میں تمام مخلصین نے شرکت کی اور اس سے غیر حاضری نے نفاق کو ظاہر کیا چناں چہ آغاز سفر ہی میں دیکھا جا رہا تھا کہ کون ہے جو نظر نہیں آ رہا ہے۔ جب کسی کی غیر حاضری یقینی معلوم ہو جاتی اور اُس کا نام رسول اللہ ﷺ کے سامنے لیا جاتا تو آپؐ برجستہ فرماتے تھے کہ دعوہ فان یك فیه خیر فسیلحقه الله بکم وان یك غیر ذٰلك فقد ارا حکم الله منه۔ " جانے دو، اگر اس میں کچھ بھلائی ہے تو اللہ اسے پھر تمہارے ساتھ لا ملائے گا اور اگر کچھ دوسری حالت ہے تو شکر کرو کہ اللہ نے اس کی جھوٹی رفاقت سے تمہیں خلاصی بخشی"۔

اس سفر میں آپؐ کا یہ معمول رہا کہ آپؐ ظہر اور عصر کی نمازیں اور مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کرتے تھے۔ موقع محل اور لشکر کی آسانی کے لحاظ سے کبھی ظہر اور عصر دونوں ظہر کے وقت میں (جمع تقدیم) اور کبھی ظہر اور عصر دونوں عصر کے اوّل وقت میں (جمع تاخیر) اسی طرح مغرب اور عشاء دونوں کبھی جمع تاخیر سے اور کبھی جمع تقدیم سے، جیسا مناسب اور آسان ہوا ادا فرماتے تھے۔

❄❄❄❄❄

واقدی نے روایت کی ہے کہ فوج کے کوچ کے دوران ایک صبح رسول اللہ ﷺ کو وضو کرنے میں تاخیر ہوئی، لوگ صف بستہ ہو چکے تھے اور آپؐ کی آمد کے منتظر تھے۔ اندیشہ ہوا کہ کہیں نماز ادا کرنے سے قبل ہی سورج نہ طلوع ہو جائے۔ لوگوں نے طے کیا کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نماز پڑھا دیں، ایک رکعت مکمل ہو گئی تو رسولؐ اللہ تشریف لے آئے، عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اُنھیں پیچھے ہٹنے سے روک دیا اور خود جماعت میں شامل ہو گئے۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگوں نے بہت خوب کیا۔

اس غزوے سے یا تو وہ لوگ پیچھے رہے جو معذور تھے یا وہ لوگ جو منافق تھے۔ جنھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے ایمان کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا، سوائے محمد بن مسلمہؓ کے جو مدینے کے قایم مقام گورنر بنائے گئے تھے اور آپؐ کے داماد علیؓ بن ابی طالب کے جن کو رسولؐ اللہ نے خود مدینے میں اہل و عیال کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑا تھا یا اُن چار مخلصین[1] کے جو محض سستی کی بنا پر پیچھے رہ گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اِن چار اصحاب کی کوتاہی کا بہت افسوس تھا، یہ قصداً پیچھے رہ جانے والے مخلص صحابہ کرامؓ متخلفین[2] کہلائے۔ اِن چار میں ایک قبیلہ خزرج کے ابو خیثمہؓ بھی تھے۔ اِن کے باغ میں اِن کی دو جھونپڑیاں بھی تھیں، رسول اللہ ﷺ کو مدینے سے روانہ ہوئے دس روز گزر چکے تھے یہ اپنے باغ میں آئے تو دیکھا کہ اِن کی بیویوں نے چھڑکاؤ کیا ہوا ہے اور دونوں بیویوں نے اُن کے لیے کھانا تیار کیا ہوا اور مٹی کے برتنوں میں پانی ٹھنڈا کیا ہوا ہے۔ [جو لوگ گرم علاقوں میں باغات کے اندر ایسے فطری ماحول اور آرام سے واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اس کے آگے دنیا کے مصنوعی آرام ہیچ ہیں] وہ ایک جھونپڑی کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور کہا "اللہ کے رسولؐ جلتے سورج کے نیچے جہاد کے لیے جھلسا دینے والی ہواؤں میں سر گرمِ سفر ہیں اور ابو خیثمہؓ درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں تلے اس حال میں ہے کہ اس کے لیے کھانا تیار کر کے رکھا ہوا ہے اور اُس کی حسین بیویاں اُسے اپنی جاگیر پر راحت و آرام کی دعوت دے رہی ہیں۔" پھر وہ اپنی بیویوں سے مخاطب ہوئے "واللہ میں تم میں سے کسی کی جھونپڑی میں داخل نہیں ہوں گا جب تک رسول اللہ ﷺ سے نہ جا ملوں۔ میرے لیے سامانِ سفر تیار کرو" اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور ابو خیثمہؓ بغیر کچھ کھائے پیے اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور لشکر کے پیچھے تبوک کی جانب روانہ ہو گئے۔

❄❄❄❄❄

لشکر کے کچھ ضعیف الایمان لوگ راستے میں مختلف بہانوں سے بچھڑنے لگے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو کسی شخص کے بارے میں بتایا جاتا کہ فلاں شخص بچھڑ گیا ہے تو آپؐ صحابہ سے اس کے متعلق فرماتے: "اگر اس کی نیت اچھی ہوئی تو بہت جلد اللہ تم کو اس سے ملا دے گا ورنہ اللہ نے اسے تم سے چھڑا کر تمھیں اس کی منافقت سے محفوظ کر دیا۔"

---

۱ خیثمہؓ، کعب بن مالکؓ، ہلال بن امیہؓ اور مرارہ بن ربیعؓ

۲ غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں کے لیے قرآن مجید میں فرمایا گیا "مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا ...." یعنی: " پیچھے رہ جانے والے شہرِ مدینہ کے رہنے والوں اور قرب و جوار کے دیہاتوں میں آباد اعرابیوں کو ہرگز یہ مناسب نہیں تھا...... "قرآن مجید کے لفظ "يَتَخَلَّفُوْا" کی رعایت سے اِن لوگوں کو متخلّفین کہا گیا۔

راہ میں ابوذرؓ جیسے جاں نثار اور نڈر صحابی کا اونٹ بیمار ہو کر مزید چلنے سے انکاری ہو گیا۔ ابوذرؓ نے اسے چلانے کی بہت کوشش کی، لیکن بے سود، چنانچہ قافلہ آگے نکل گیا اور وہ اپنے اونٹ سمیت بہت پیچھے رہ گئے۔ اس بیابان میں اونٹ کے لیے کوئی چارہ نہیں مل سکتا تھا۔ اور بیابان میں ادھر ادھر بھٹکنے سے خود ان کی جان کو خطرہ تھا۔ اس دوران قافلہ آگے نکلا جا رہا تھا، اُنھوں نے سوچا مزید رکنے سے لشکر اور بھی آگے نکل جائے گا۔ تب انھوں نے اونٹ سے ضروری سامان اتارا، اور اُسے اپنی پیٹھ پر لاد کر اور اونٹ کو اللہ کے حوالے کر کے پیدل ہی قافلے کے پیچھے چل نکلے۔ ان کی رفتار بہت تیز تھی وہ اگلی منزل پر قافلے کے قریب پہنچے تو ایک صحابیؓ نے پکار کر کہا: ''یا رسول اللہؐ، وہ دیکھیے، ایک شخص پیدل چلا آ رہا ہے!'' نبی علیہ السلام نے کہا: ''ابوذرؓ ہوں گے!'' آنے والا ذرا قریب ہوا تو صحابہ نے دیکھ لیا وہ واقعی ابوذرؓ تھے! صحابہؓ نے خوشی سے نعرے بلند کیے کہ "واقعی ابوذرؓ ہیں" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ابوذرؓ پر رحم کرے گا، وہ تنہا چلتے ہیں، تنہا مریں گے اور قیامت کے دن تنہا ہی اٹھیں گے۔''

❄❄❄❄❄

لشکر کا گزر دیارِ ثمود سے ہوا۔ ثمود وہ قوم تھی جس نے وادئ القریٰ کے اندر چٹانیں تراش کر مکانات بنائے تھے۔ لشکر نے اس برباد بستی سے ملحق میدان میں پڑاؤ ڈالا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہاں کے ایک کنویں سے پانی لے لیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نہ یہاں کا پانی پینا اور نہ ہی اس سے نماز کے لیے وضو کرنا۔ اور جو آٹا تم لوگوں نے اس پانی سے گوندھ رکھا ہے اسے جانوروں کو کھلا دو، خود نہ کھاؤ۔ آپ ﷺ نے یہ بھی حکم دیا کہ لوگ اس کنویں سے پانی لیں جس سے صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔ نبی ﷺ جب یہاں سے گزرے تو فرمایا: ان ظالموں کے گھروں میں داخل نہ ہونا کہ کہیں تم پر بھی وہی مصیبت نہ آن پڑے جو ان پر آئی تھی۔ ہاں مگر روتے ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر ڈھانکا اور تیزی سے چل کر وادی پار کر گئے۔ اس وادی میں اب بھی ریت کے پہاڑوں کو اپنے دوش پر اُٹھائے تند و تیز ہوائیں چلتی ہیں۔ ایک شب ایسی ہی ایک آندھی چلی، دو مسلمان لشکر سے علیحدہ ہو کر کچھ قریب کے علاقے میں چلے گئے تھے، ایک کو آندھی اڑا کر لے گئی دوسرا ریت کے نیچے دب گیا۔

❄❄❄❄❄

پندرہ روزہ سفر میں ایک مقام ایسا آیا کہ پانی نایاب تھا اور پانی تو زندگی ہے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے

شکوہ کیا۔ آپ ﷺ نے اللہ سے دعا کی۔ اللہ نے بادل بھیج دیا، بارش ہوئی۔ لوگوں نے جی بھر کے پانی پیا اور ضرورت کے لیے جتنا لاد سکتے تھے لاد لیا۔

❋❋❋❋❋

شام کی سرحد قریب تھی ، اِس سرحدی علاقہ پر ایلہ بن روبہ کی حکومت تھی۔ اِسی علاقے کے بارے میں مصدقہ خبریں تھی کہ یہاں عیسائی فوج جمع ہے۔ مسلمانوں کا لشکر ابھی آگے نہیں بڑھا تھا کہ اطلاع ملی کہ رومیوں کا وہ لشکر جو سرحد پر جمع ہوا تھا ہر قل کے حکم پر واپس بلا لیا گیا ہے۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ ہر قل نے ایسا کیوں کیا، ایک روایت یہ ہے کہ اُس نے ایک خواب دیکھا تھا جس میں اُسے اشارہ ملا تھا کہ وہ حاکم مدینہ ، جس نے اُسے خط[۳] بھیجا تھا جلد مملکت شام کو جو رومی سلطنت کا ایک حصہ ہے فتح کر لے گا۔ اُس نے چاہا کہ ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں سے جنگ ہو جس میں وہ شکست کھائے اور ساری دنیا میں اُس کی وہ ساکھ متاثر ہو جو بڑی مشکل سے ایران کو شکست دے کر بنی ہے، اور کہیں ایرانی دوبارہ شیر ہو کر مقابلہ پر نہ آ جائیں، اِس سوچ کے تحت اُس نے ارباب حل و عقد کے سامنے یہ منصوبہ پیش کیا کہ وہ لوگ (رومی) شام کی سرحد کے دوسری جانب عربوں کے تمام علاقوں کے تحفظ اور اُن پر اپنی عملداری سے بے پرواہ ہو جائیں کہ اگر مسلمان اُنھیں اپنے زیر اثر لے لیتے ہیں تو لے لیں، یوں محمد (ﷺ) پر یہ اظہار ہو جائے کہ رومی مسلمانوں سے لڑنے میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ اس کی فوج کے جنرلوں نے اس منصوبے کو گرچہ ناگواری سے سُنا اور بڑی مایوسی کا اظہار کیا، لیکن وہ بھی مسلمانوں سے خوف زدہ تھے انجام کار فیصلہ اسی منصوبے پر عمل در آمد کا ہوا۔ واللہ اعلم

❋❋❋❋❋

لشکر جب تبوک کے قریب پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کل ان شاء اللہ تم لوگ تبوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے ، لہٰذا جو شخص وہاں پہلے پہنچے اسے چاہیے کہ پانی کو ہاتھ نہ لگائے ، یہاں تک کہ میں آ جاؤں۔ دو آدمی پہلے ہی

---

۳ محرم ۷ ہجری (۶۲۹ء) میں قیصر شاہ روم (ہر قل) کے نام دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا مکتوب لے کر بیت المقدس پہنچے تھے ، یہ وہی زمانہ تھا جب رسول اللہ ﷺ خیبر پر حملہ زن تھے۔ خط پا کر قیصر نے بیت المقدس میں موجود عربوں کو دربار میں بلایا تھا۔ ابوسفیان اور دیگر عرب تاجروں کا گروہ دربار میں پیش کیا گیا تھا، جہاں قیصر نے ابوسفیان سے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ماننے والوں کے بارے میں مشہور مکالمہ کیا، جس کے بعد باہر آ کر ابوسفیان نے کہا تھا کہ ابو کبشہ کے بیٹے (مراد ہے محمد ﷺ) کا معاملہ تو بڑا زور پکڑ گیا، اس سے تو بنو اَصفَر (رومیوں کی گوری قوم) کا بادشاہ تک مرعوب ہو گیا ہے۔

پہنچ گئے تھے۔ چشمے سے تھوڑا تھوڑا پانی آرہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا تم دونوں نے اس کے پانی کو ہاتھ لگایا ہے ؟انہوں نے کہا: ہاں ! آپ ﷺ نے ان دونوں کی سرزنش کی۔ پھر ہاتھوں میں بھر بھر کے اتنا پانی نکالا کہ منہ دھویا جاسکے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس پانی میں اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے، اور پھر اُس پانی کو چشمے میں انڈیل دیا۔ اس کے بعد چشمے سے خوب پانی آیا۔ صحابہ کرام نے سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذؓ ! اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم اس مقام کو باغات سے ہرا بھرا دیکھو گے۔

❄❄❄❄❄

رسول اللہ ﷺ کے لشکر نے تبوک میں اُتر کر پڑاؤ ڈالا، یہ وہ جگہ تھی جہاں خبروں کے مطابق رومی افواج مدینے کی جانب پیش قدمی کے لیے جمع ہو رہی تھیں۔ مسلمان رومیوں سے ٹکرانے کے لیے تیار تھے۔ لیکن روم اور ان کے حلیفوں کے فوجی جنرلوں کے دماغوں میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سن کر خوف کی لہر دوڑ گئی۔ انہیں آگے بڑھ کر مسلمانوں کے اِس تیس ہزاری لشکر سے لڑنے کی ہمت نہ ہوئی جن کے تین ہزاری لشکر نے پچھلے برس اِن کی ایک لاکھ فوج کا مقابلہ کیا تھا۔ قیصر اور اس کے حلیفوں کے سورماؤں نے مقابلہ پر آنے کے بجائے اپنی فوجیں سرحد سے ہٹا لیں اور شام کے اندر مختلف شہروں کے قلعوں میں واپس ہو گئے کہ اگر لشکر اندر آئے تو مقابلہ کریں گے۔ رومیوں کے اس طرح پیچھے ہٹ جانے سے جزیرہ عرب کے اندر اور باہر مسلمانوں کی فوجی ساکھ کو زبردست فائدہ پہنچا اور رسول اکرم ﷺ نے فی الوقت اتنا ہی کافی سمجھا اور شام کے اندر گھسنا مناسب نہ جانا اور یہیں پڑاؤ ڈال دیا۔

❄❄❄❄❄

یہاں آپؐ نے بیس روز قیام کیا۔ اِس قیام کے ابتدائی ایّام میں پڑاؤ والوں نے عرب کی جانب سے ایک تیز رفتار سوار کو غبار اُڑاتے آتے ہوئے دیکھا، دعائیہ انداز میں رسولِ اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلا "یہ خیثمہؓ ہیں" گویا آپؐ کہہ رہے ہوں اللہ کرے یہ خیثمہؓ ہوں ! سوار جب قریب پہنچا تو دیکھنے والے خوشی سے جھوم اُٹھے، یہ خیثمہؓ ہی تھے، جو سستی اور کاہلی کی بنا پر نفس کے فریب میں آگئے تھے، لشکر روانہ ہوئے دس روز ہو گئے تھے، شدید گرمی میں حسین بیویوں نے جب باغ میں پانی چھڑک کر کھانا اور ٹھنڈا پانی اِن کے لیے لگایا تھا تو یہ سب دیکھ کر خیال آیا تھا کہ تیرا مرشد اور محبوب تو گرم لو کے تھپیڑوں کو سہتا ہوا تبوک کی طرف کلمۃ اللہ کا علم لیے باطل کا سر توڑنے جا رہا ہے اور تو یہاں...... ؟ کھانے کو ہاتھ لگائے بغیر لشکر کے نقشِ قدم پر سینکڑوں

کلو میٹر کا سفر طے کر کے خیثمہؓ اپنے محبوب کے قدموں میں پہنچ گئے تھے، محبت بھری خشمگیں نگاہوں سے کہنے والے (ﷺ) نے کہا، افسوس ہے تم پر خیثمہؓ........ خیثمہؓ نے شرم ساری سے اپنے یہاں پہنچنے کی وجہ بننے والی واردات قلبی بیان کی تو رحمت اللعالمین نے خیثمہؓ کے لیے دعا فرمائی........... خیثمہؓ کے دلدّر دور ہو گئے تھے قسمت جاگ اُٹھی تھی! باقی تین متخلفین کی بھی ایک دن کسی اور طرح ذرا تکلیف دہ انداز سے نفس کی قید سے رہائی ہو جانی تھی، مخلص مومن کے لیے انجام کار معافی ہی معافی ہے!

❄❄❄❄❄

یہ پڑاؤ تعمیرِ سیرت کے ایک تربیتی کیمپ میں تبدیل ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ لشکر کے سامنے ایک پر اثر خطبہ دیا۔ جس میں دنیا اور آخرت کی بھلائی کی رغبت دلائی۔ اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور جنتوں میں ملنے والے انعامات کی خوشخبری دی۔ اس طرح فوج کا حوصلہ بلند ہو گیا۔ ان کی غذا، پانی اور دیگر ضروریات کی جو پریشانیاں تھیں وہ اللہ کے نبیؐ کی تذکیر سے دور ہو گئیں، یہ ایک زندہ معجزہ تھا کہ تیس ہزار فاقہ کش، جو اپنے وقت کی دنیا کی سب سے بڑی طاقت سے ٹکرانے کے لیے اُس کے دروازے پر دستک دے رہے تھے، اُن کے شکم ذکرِ الٰہی اور فکرِ آخرت سے بھر جاتے ہیں، نہ زباں پر کوئی حرف شکایت تھا نہ دل میں کوئی خلش اتنے طویل سفر کے بعد فتح کا کوئی تمغہ، کوئی بونس یا پریشانیوں، وقت، محنت، صحت وغیرہ کا کوئی ازالہ (compensation) نہ تھا بلکہ سب کچھ آخرت کے وعدہ فردا پر ادھار تھا۔ ایک ایک فرد کو انفرادی طور پر اللہ کے پاس حساب دینا ہے کہ وہ دنیا میں کیا کر کے آیا ہے، ہر سپاہی اپنے رب کے آگے احسان مند تھا کہ اُس کو اللہ نے توفیق و موقع دیا کہ وہ اللہ کے رسولؐ کے ساتھ ہم رکاب ہوا! ہر سپاہی کو جو اپنے خرچے پر اپنی سواری اور اپنے وسائل پر میدان جنگ میں آیا تھا، تنخواہ رضائے الٰہی کی شکل میں مل گئی، اس کے سوا کچھ نہیں، مگر ملت کے بھاگ جاگ اُٹھے، اُمتِ مسلمہ کے لیے تاریخ میں ایک نیا باب کھل گیا۔ آنے والی مسلمان نسلوں کے لیے کامیابی کے دَر وا ہو گئے۔ اس بغیر جنگ کے غیر معمولی فتح سے مسلمانوں نے ایسے ایسے اہم سیاسی فوائد حاصل کیے کہ جنگ کی صورت میں اُن کا حاصل کرنا آسان نہ ہوتا۔ اِن سیاسی فوائد کا ایک جائزہ نیچے کی سطور میں دیا جا رہا ہے:

- سلطنت روم کے ساتھ ایک مسلح تصادم سے قبل اسلامی حکومت کو عرب پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کا موقع مل گیا۔
- اسلامی حکومت کی سرحدیں رومی سلطنت سے جا ٹکرائیں، شام (Syria) اور مدینے کے درمیان تمام بستیاں اور قصبے اور مملکتیں ریاست مدینہ کی باج گزار ہو کر اُس کے ساتھ منسلک ہو گئیں۔

- رسول اللہ ﷺ نے تبوک میں ۲۰ دن قیام کر کے درجِ ذیل چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو جو پہلے سلطنت روم کے ساتھ ملحق تھیں، جزیہ دینے پر آمادہ کر کے اپنے ساتھ ملحق کر لیا:
  - دُومۃُ الجَندَل کے عیسائی رئیس اُکیدِر بن عبد الملک کندی،
  - اَیلہ کے عیسائی رئیس یوحنّا بن رُؤبہ اور
  - مقنا، جَرباء اور اَذرُح کے نصرانی رؤساء۔
- تمام بستیاں اور قصبے اور مملکتیں جو ڈر اور خوف کے ساتھ مدینے کے ساتھ منسلک ہو رہی تھیں، اُن کی دلی کیفیات کا اللہ ہی نگراں تھا اور ہے۔ مگر اُن کی آنے والی نسلوں کو اسلام کی نعمت مل گئی جس طرح بنی اسرائیل کی صحرا میں چالیس برس سر گرداں آوارہ رہنے والی ناہنجار قوم کی آنے والی نو خیز نسل کو ہدایت اور جرأت ملی تھی۔

❄❄❄❄❄

ایلہ کے حاکم یحنہ بن روبہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ کی ادائیگی منظور کی اور صلح کا معاہدہ کیا۔ آپؐ نے حاکمِ ایلہ کو بھی ایک تحریر لکھ دی جو یہ تھی

> "بسم اللہ الرحمن الرحیم : یہ پروانۂ اَمن ہے اللہ کی جانب سے اور نبی محمد رسول اللہ کی جانب سے۔ یحنہ بن روبہ اور باشندگانِ ایلہ کے لیے۔ خشکی اور سمندر میں ان کی کشتیوں اور قافلوں کے لیے اللہ کا ذمہ ہے اور محمد نبی کا ذمہ ہے اور یہی ذمہ ان شامی اور سمندری باشندوں کے لیے ہے جو یحنہ کے ساتھ ہوں۔ ہاں! اگر ان کا کوئی آدمی کوئی گڑبڑ کرے گا تو اس کا مال اس کی جان کے آگے روک نہ بن سکے گا اور جو آدمی اس کا مال لے لے گا اس کے لیے وہ حلال ہو گا۔ انہیں کسی چشمے پر اترنے اور خشکی یا سمندر کے کسی راستے پر چلنے سے منع نہیں کیا جا سکتا۔"

جَرباء اور اَذرُح کے باشندوں نے بھی خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر جزیہ دینا منظور کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے ایک تحریر لکھ دی جو ان کے پاس محفوظ تھی۔

اہلِ مقناء نے اپنے پھلوں کی چوتھائی پیداوار دینے کی شرط پر صلح کی۔

دومۃُ الجندل

رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس سواروں کا رسالہ دے کر دومۃُ الجُندل کے حاکم اُکیدِر کے پاس بھیجا۔ اور فرمایا: تم اسے نیل گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔ سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے گئے۔ جب اتنے فاصلے پر رہ گئے کہ قلعہ صاف نظر آ رہا تھا تو اچانک ایک نیل گائے نکلی اور قلعہ

کے دروازے پر سینگ رگڑنے لگی۔ اُکیدر اس کے شکار کو نکلا۔ چاندنی رات تھی۔ سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے سواروں نے اسے جالیا۔ اور گرفتار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جان بخشی کی۔ اور دو ہزار اونٹ، آٹھ سو غلام، چار سو زِرہیں اور چار سو نیزوں کی شرط پر مصالحت فرمائی۔ اس نے جزیہ بھی دینے کا اقرار کیا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یحنہ سمیت دُومہ، تبوک، ایلہ اور تیماء کے شرائط پر معاملہ طے کیا۔ ان حالات کو دیکھ کر وہ قبائل جواب تک رومیوں کے آلہ کار بنے ہوئے تھے، سمجھ گئے کہ اب اپنے ان پُرانے سرپرستوں پر اعتماد کرنے کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے وہ مسلمانوں کے حمایتی بن گئے۔ اس طرح اسلامی حکومت کی سرحدیں وسیع ہو کر براہِ راست رُومی سرحد سے جا ملیں اور رُوم کے آلہ کاروں کا بڑی حد تک خاتمہ ہو گیا۔

❄❄❄❄❄

تبوک سے مدینے کو واپسی

مسلمانوں کا لشکر اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہوا واپس آ رہا تھا، جنگ کے معاملے میں مومنین کے لیے اللہ کا حکم ہی کافی ہوا۔ اس معرکے کے نتیجے میں منافقین پہچانے گئے اور اُن کی [رومیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی تباہی کی] تمام امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ اگرچہ لشکر روانہ ہونے سے قبل سیّدنا ابو بکر صدیقؓ نے عبداللہ بن ابی اور اُس کے ساتھیوں کو پڑاؤ سے نکال دیا تھا تاکہ وہ مایوسی اور بددلی نہ پھیلا پائیں، لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ منافقین اور ضعیف الایمان لوگ سازش کے تحت یا ناخواستہ لشکر میں شامل رہے، اب مسلمانوں کی عزت افزائی اور مالِ غنیمت کے بغیر خالی ہاتھ واپس آنے پر بہت ہی نالاں تھے واپسی کے سفر میں بارہ (۱۲) منافقین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ ایک ایسی صورت بنی کہ آپؐ ایک گھاٹی سے گذر رہے تھے اور آپؐ کے ساتھ صرف سیّدنا عمارؓ اور سیّدنا حذیفہ بن یمانؓ تھے۔ عمارؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور حذیفہؓ اونٹنی ہانک رہے تھے۔ باقی لشکر دُور وادی کے نشیب میں محوِ سفر تھا۔ منافقین نے اس موقع کو اپنے ناپاک مقصد کے لیے غنیمت جانا اور آپؐ کی جانب ناپاک ارادے سے قدم بڑھائے۔ آپؐ اور دونوں مذکورہ رفیقوں نے پیچھے سے ان منافقین کے قدموں کی چاپ سنی تو پلٹ کر دیکھا کہ یہ سب چہروں پر ڈھاٹا باندھے ہوئے چڑھے چلے آ رہے تھے چناں چہ آپؐ نے سیّدنا حذیفہؓ کو ان کی جانب بھیجا۔ انہوں نے بجلی کی تیزی سے

پلٹ کر اِن کے چہروں پر اپنی ڈھال سے ضربیں لگانی شروع کیں تو اِن کے اوسان خطا ہو گئے اور وہ عجلت میں دوڑ کر لشکر میں گم ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے حذیفہؓ کو اُن کے نام بتائے اور ان کے ناپاک ارادے سے باخبر کیا۔ یہ نام حذیفہؓ نے ہمیشہ صیغہ راز میں رکھے اس بنا پر حذیفہؓ کو نبی کریم ﷺ کا "رازداں" کہا جاتا ہے۔ منافقین کے اسی ناپاک ارادے کے بارے میں آنے والی قرآنی تنزیل میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا کہ "وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا" انہوں نے اس کام کا ارادہ کیا جسے وہ پورا نہ کر سکے[۴]۔

❄❄❄❄❄

شہرِ مدینہ سے نکلے ہوئے آپؐ کو پچاس دن ہو رہے تھے، رمضان کا آغاز ہو چکا تھا پندرہ روز آنے کے اور پندرہ روز جانے کے اور بیس دن تبوک میں قیام کے۔ اتنا طویل عرصہ شہرِ پناہ سے دور رہنے کے بعد جوں ہی مدینہ میں داخلے کا وقت قریب آیا تو آپؐ نے اپنے اصحابؓ کو ایک عجیب بات بتائی، وہ یہ کہ مدینہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ (جو شریکِ سفر تو نہ تھے، مگر) تم نے جس جگہ کو بھی قدموں سے روندا اور جو وادی بھی تم نے طے کی وہ تمہارے ساتھ رہے، انہیں مجبوریوں نے روک رکھا تھا (وگرنہ اُن کا دل تمھارے ساتھ ہی اٹکا ہوا تھا)۔ لوگوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! وہ مدینہ میں رہتے ہوئے بھی (ہمارے ہم سفر رہے)؟ آپؐ نے فرمایا: (ہاں) مدینہ میں رہتے ہوئے بھی (وہ تمھاری مانند اجر و ثواب کو پا گئے)۔

مدینے میں مدینے کا والی

پندرہ روزہ سفر کی تکمیل پر جب دور سے والیٔ مدینہ، نبی اکرم ﷺ کو اپنے شہر کے آثار نظر آئے تو آپؐ کی زبانِ مبارک سے اپنے شہر کی محبت میں بے ساختہ نکلا: "یہ رہا طابہ، اور یہ رہا اُحد، یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور جس سے ہم محبت کرتے ہیں۔" مدینہ تو مدینہ ہی تھا اور اُحد کی کیا بات تھی، یہاں تو آپؐ کے وہ ساتھی دفن تھے کہ جن کے ہمراہ آپؐ بھی زمیں تلے جانے کی آرزو کر رہے تھے[۵] اور اُن مدفونوں سے محبت کا

---

۴ مفسّرین مسجد ضرار کے ڈھا دیے جانے اور منافقین کو اُس کے مقاصد حاصل نہ کر لینے کو بھی اس آیہ مبارکہ کا مصداق یا اِس آیہ کی شانِ نزول جانتے ہیں۔

۵ یہ شہید، جنت کے باسی منٹوں میں سپردِ خاک کر دیے گئے، اور رسولؐ عربی تمنا کرتے ہی رہ گئے کہ کاش وہ بھی دوستوں کے ساتھ رہ جاتے۔ وہ کہ جس کے شہر کے مسافر کو دیکھ کر ہم جو کچھ کہتے ہیں کہ مدینے کا مسافر جو کوئی پا جاتا ہوں...... حسرت آتی ہے وہ چلا اور میں رہا جاتا ہوں۔ ہائے، کیا بات ہے کہ وہی ذاتِ گرامی ﷺ اُس دن خاکِ اُحد میں دفن ہو کر

عالم یہ تھا کہ گاہے بہ گاہے تو آتے ہی رہتے تھے، اپنی وفات سے قبل بھی شہدائے اُحد کی قبروں پر آئے تھے۔

اغلباً جمعے کے دن ۶ رمضان ۹ ہجری مطابق ۶ دسمبر ۶۳۱ء مدینہ میں جونہی لشکر کی واپسی کی خبر پہنچی تو عورتیں بچے اور بچیاں باہر نکل پڑے۔ اور زبردست اعزاز کے ساتھ لشکر کا استقبال کرتے ہوئے ۹ برس قبل جب اللہ کا رسولؐ مکے سے رات کی تاریکی میں چھپ کر نکل کے مدینے پہنچا تھا تو بچیوں نے ایک نغمے سے اُس کا استقبال کیا تھا، آج پھر وہی نغمہ دہرا رہی تھیں:

طلع البدر علینا	چودھویں کا چاند طلوع ہوا
من ثنیات الوداع	ہم پر ثنیۃ الوداع سے
وجب الشکر علینا	ہم پر شکر واجب ہے
ما دعا للہ داع	جب تک پکارنے والا اللہ کو پکارے

پہلے دن (۱۲ ربیع الاوّل یکم ہجری) جب وہؐ مدینہ میں آیا تھا، مدینہ ایک معمولی قصبہ تھا، اور آنے والاؐ اپنی گزر اوقات اور رہائش کے لیے اپنے جاں نثار وانصار کا مشکور تھا، نو برس بعد آج مدینہ پورے حرم کعبہ سمیت حجاز تک اور سرحدِ روم سے ملتی ہوئی سرحدوں تک پھیلی ہوئی ریاست کا صدر مقام تھا۔ اور دنیا کی سب سے بڑی مملکت کو شکست دے کر دنیا کی سب سے بڑی طاقت کا مقام حاصل کر چکا تھا، پہلی مرتبہ جب وہ آیا تھا تو اُس کے ساتھ بس ایک رفیقِ سفر تھا جو مکہ سے چلا تھا، آج وہ تیس ہزار جاں نثاروں کے جلو میں بحیثیت میرِ کارواں آرہا ہے۔ یہ رجب کا مہینہ ہے، مدینہ تو نبیؐ کو محبوب ہے اور اہلِ مدینہ کو نبیؐ محبوب ہے!

مدینہ پہنچ کر کیا معاملات رہے اور کیا واقعات پیش آئے وہ اس باب کے تیسرے حصے میں بیان ہوں گے، ابھی دیکھنا یہ ہے کہ روح الامین علیہ السلام اللہ کی جانب سے کیا وحی لے کر آرہے ہیں جو کتابِ مجید، فرقانِ حمید کی نویں سورۃ میں ۷۴ تا ۱۲۹ آیات مبارکہ کے طور پر درج کی گئی ہیں۔

☆☆☆☆☆

جنت کو چلے جانے والوں کے لیے وہی کچھ بہ اشکِ نم کہہ رہا تھا: وہ چلے اور میں رہا جاتا ہوں!! [اقتباس از کاروانِ نبوت ﷺ۔ جلد دہم صفحہ ۱۶۶]